محدثِ جلیل علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اور خدمتِ حدیث

(پہلی قسط)

مولانا عبداللہ سُورتی

تیرہویں صدی اور چودھویں صدی ہجری میں برصغیر ہند کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت رہی کہ ان دونوں صدیوں میں بے شمار علماءِ محدثین وفقہاء پیدا ہوئے، جنہوں نے اس فن شریف کی تدریس وتالیف اوراس کی طباعت ونشر کے ذریعہ ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

یہ علماء محدثین اپنے بلند علمی مقام کے ساتھ تقویٰ وطہارت، اخلاص وللّٰہیت اور دعوت الی اللہ کے کاموں میں بھی امتیازی شان کے حامل تھے، ان کی انتھک محنت اور شبانہ روز جدوجہد کے سبب پورے عالم اسلام میں ان کے عظیم کارناموں کا اعتراف کیا گیا۔ نیز علم حدیث میں ان کے انہماک کے سبب شروحاتِ حدیث میں اُن کی تالیفات کا قابل ذکر ذخیرہ وجود میں آ گیا، جس کو پورے عالم اسلام کے علمی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھا گیا۔ ان محدثین کے قابل فخر تلامذہ اور مسترشدین نے علم حدیث کی نشر واشاعت اور دعوت وتبلیغ کی زبردست خدمات انجام دیں اور یہ سلسلہ الی یومنا ہذا -بفضلہ تعالیٰ- جاری وساری ہے۔ ان ہی عظیم محدثین میں حضرت علامہ محدثِ عصر سید یوسف بنوری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی ذات گرامی بھی شامل ہے، جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک علوم اسلامیہ اور خصوصاً سنت نبویہ (علی صاحبها الف الف صلوة) کی اہم خدمت انجام دی اور تدریس وتالیف کے ذریعہ اس فن شریف میں قابل قدر اضافہ فرمایا، فجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدثِ عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء ضلع مردان کے ایک چھوٹے سے گاؤں مہابت آباد میں ایک علمی اور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے دادا امیر احمد خانؒ بڑے ذی وجاہت بزرگ تھے، ان کے محلہ میں صرف وہی شخص سکونت کر سکتا تھا جو نماز کا پابند ہو۔ آپؒ کی دادی صاحبہ سیدہ فاطمہؒ بھی ولیہ تھیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

تھے کہ مجھے دعاؤں کا ذوق اپنی دادی صاحبہؒ سے حاصل ہوا۔ میں نے بہت چھوٹی عمر میں ظفر جلیل شرح حصن حصین پڑھ لی تھی، اس کتاب سے دعائیں بھی یاد کیں اور اُردو بھی سیکھی۔ آپؒ کے والد ماجد سید زکریا رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سید تھے اور صاحب حال بزرگ، جید عالم دین، حاذق طبیب اور تعبیر رؤیا کے امام تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ والدہ محترمہ قبیلہ محمد زئی کابل کے شاہی خاندان سے تھیں۔

ابتدائی تعلیم

محدث عصر رحمۃ اللہ علیہ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن پاک اپنے والد ماجد اور ماموں سے پڑھا۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں افغانستان کے دار الحکومت کابل کے ایک مکتب میں علم صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس دور کے مشہور استاذ حافظ عبداللہ بن خیر اللہ پشاوری شہیدؒ ۱۳۴۰ھ ہیں۔ علاوہ ازیں فقہ، اصولِ فقہ، منطق، معانی وغیرہ مختلف فنون کی متوسط کتابیں پشاور اور کابل کے اساتذہ سے پڑھیں''۔ (بینات، بنوریؒ نمبر، ص:۹)

دار العلوم دیو بند میں

کابل سے واپسی کے بعد دار العلوم دیو بند میں داخلہ لیا، یہاں آپؒ نے مشکوٰۃ المصابیح کے درجہ میں داخلہ لیا۔ دار العلوم دیو بند میں آپؒ نے اپنے وقت کے مشہور اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ آپؒ کے اساتذہ میں مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا غلام رسول خانؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ، مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور خاتم المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساطین علم وفضل اور نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ دار العلوم میں جب کچھ اختلاف شروع ہوا اور علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض رفقاء کے ساتھ مستعفی ہوکر گجرات کے مشہور مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک، ضلع سورت تشریف لے گئے تو مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے محبوب استاذ کے ہمراہ ڈابھیل روانہ ہوگئے اور جامعہ ڈابھیل میں دورہ کی تکمیل فرمائی۔

علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے چند ہی دنوں میں آپؒ کی صلاحیتوں اور علمی استعداد کا اندازہ لگالیا اور استاذ شاگرد میں ایسا قوی تعلق پیدا ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کشمیریؒ کے علوم کا آپؒ کو وارث بنایا۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوتِ حافظہ، ذکاوت، متون وشروحِ حدیث کی وسیع معلومات، رجال وتاریخ، جرح وتعدیل، طبقاتِ رواۃ کی پوری واقفیت، تقویٰ وزہد کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد صلاحیت کے

سب اپنے استاذ کے ان علوم سے بھرپور استفادہ فرمایا۔

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے استفادہ

ہندوستان کے ان نابغۂ روزگار اساتذہ کے علاوہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عالم اسلام کے معروف عالم اور محقق علامہ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بھرپور فیض اٹھایا۔ علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''میں شیخ سے اس زمانہ میں ملا جب میں مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے ''فیض الباری'' اور ''نصب الرأیۃ'' کی طباعت کے لیے مصر بھیجا گیا۔ میں نے شیخ سے علماء ہند کا تعارف کرایا''۔

علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ ایک ایسے شخص تھے جو انتہائی وسعت علمی، حیران کن مہارت، دقتِ نظر، خارقِ عادت حافظہ، محیرانہ استحضار جیسی خصوصیات کے ساتھ ساتھ علومِ روایت کے تمام انواع واقسام، علم درایت کے تمام مقاصد ومدارک، مکارمِ اخلاق، خصائل حمیدہ، تواضع، قوت لایموت پر قناعت، زہد وتقویٰ، مصائب پر صبر واستقامت، کریمانہ ذات، اپنے خزائن علمیہ اور معارف گنجینہ میں سخاوت کے جامع تھے، اس کے ساتھ ساتھ بسیطہ ارض کے مختلف گوشوں کے نادر مخطوطات اور دنیا کے کتب خانوں کی معلومات پر وسیع علم رکھتے تھے۔ مزید برآں دین کی آبرو کی حفاظت پر حمیت وغیرت اور ملت اسلامیہ تک حق بات پہنچانے میں صاف گو اور بے باک تھے''۔ (مقدمہ مقالات کوثری بحوالہ خصوصی نمبر، ص:۱۳۱)

اسی سفر میں شیخ الاسلام مصطفی صبریؒ سے بھی ملاقات کی اور ان کی خدمت میں اپنے استاذ شاہ محمد انور رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مرقاۃ الطارم فی حدوث العالم'' پیش کی۔ شیخ صبریؒ اس سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنی کتاب ''موقف العقل والنقل'' میں اس کا ذکر کیا۔

اجازتِ حدیث

علامہ بنوریؒ کو حدیث شریف کی اجازت مندرجہ ذیل مشائخ ومحدثین سے حاصل تھی:

۱- امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، ۲- حضرت مولانا عبدالرحمن امروہیؒ، ۳- شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، ۴- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، ۵- حضرت مفتی عزیز الرحمن دیوبندیؒ، ۶- الشیخ حسین بن محمد الطرابلسیؒ، ۷- الشیخ العلامہ محمد زاہد الکوثریؒ، ۸- الشیخ عمر حمدان المقدسی المالکیؒ، ۹- الشیخ محمد بن حبیب اللہ بن مایابی الشنقیطیؒ، ۱۰- الشیخ خلیل الخالدی المقدسیؒ، ۱۱- شیخہ امۃ اللہ بنت الشیخ عبدالغنی مہاجرۂ مکہ مکرمہ رحمۃ اللہ علیہا۔ (بینات خصوصی نمبر، ص:۴۷،۷۲)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں اس لطیفہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ دیوبند کے مورث اعلیٰ دو بزرگ ہیں: ایک علم حدیث میں اور دوسرے طریقت وسلوک میں، چنانچہ علماء دیوبند کا علمی رشتہ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی ثم مدنیؒ سے وابستہ ہے۔ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ ان کے بلا واسطہ شاگرد رشید ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کو ان سے بالواسطہ تلمذ اور بلا واسطہ اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ دیوبند کا سلسلۂ طریقت قطب عالم سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے پیوستہ ہے۔ دورِ اول اور دورِ دوم کے سارے اکابر دیوبند حضرت حاجی امداد اللہؒ کے خلفاء ومسترشدین ہیں۔

حضرت بنوریؒ زمانہ کے لحاظ سے اکابر دیوبند کے طبقۂ چہارم میں آتے ہیں، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُنہیں حضرت شاہ عبد الغنیؒ سے صرف ایک واسطہ سے اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ ''عن المحدثه أمة الله بنت الشاه عبد الغنيؒ عن أبيها'' اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی صرف ایک واسطہ سے اجازت وخلافت طریقت حاصل ہے، (یعنی آپؒ کو حضرت نگینویؒ سے اور انہیں حضرت حاجی صاحبؒ سے، نیز آپؒ کو حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے اور ان کو حضرت حاجی صاحبؒ سے) حضرات محدثین کی اصطلاح کے مطابق علو سند کا یہ شرف اس زمانہ میں بہت کم حضرات کو حاصل ہوگا''۔ (خصوصی نمبر، ص: ۷۳۱، ۷۳۲)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت وتزکیہ

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کو جو اجازتِ حدیث مرحمت فرمائی، اس میں تحریر فرمایا کہ:

''وهو في ما أرى - ولا أزكي على الله أحدًا- صالحٌ، راشدٌ، مسترشدٌ، مستقيمُ السيرة، جيدُ الفهم، ذو مناسبة قوية بالعلوم، مستعدٌ لتدريسها''۔

اس سے قبل تحریر فرمایا ہے:

''فجدَّ واجتهد في اكتساب علم السنة والقرآن وبرع فيه وفاق أقرانَه ما شاء الله''۔

حضرت عثمانیؒ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

''مجھے جو قلبی تعلق آپ کے ساتھ ہے وہ خود آپ کو معلوم ہے۔ مجھے بہت سی علمی توقعات آپ کی ذات سے ہیں۔ سنن ابی داؤد کے درس سے میری تمنا پوری ہوئی، میں مدت سے چاہتا تھا کہ اس درجہ کا کوئی سبق آپ کے ہاں ہو، الحمد للہ! آپ کا درس مقبول ہے''۔ (خصوصی نمبر، ص: ۷۳۹)

امیر شریعت شاہ عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تأثرات

ایک بار حضرت (بنوری رحمۃ اللہ علیہ) ملتان تشریف لے گئے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ علیل تھے، عیادت کے لیے ان کے درِ دولت پر حاضری دی۔ حضرت امیر شریعتؒ خود باہر تشریف لائے، آپ سامنے کھڑے ہیں، مگر شاہ جیؒ پوچھتے ہیں: کون؟ آپ نے سمجھا کہ شاید علالت کی وجہ سے پہچان میں فرق آ گیا، اس لیے عرض کیا: محمد یوسف بنوری۔ شاہ جیؒ نے پھر پوچھا۔ آپ سمجھے کہ شاید مرض کی وجہ سے سماعت میں فرق آ گیا، اس لیے ذرا بلند آواز سے کہا: محمد یوسف بنوری، فرمایا: نہیں، نہیں، بلکہ انور شاہ! یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے۔ (خصوصی نمبر، ص:۱۴۷)

درس وتدریس

اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو ہر فن میں مہارتِ تامہ عطا فرمائی تھی، عربی زبان وادب میں ایسی مہارت تھی کہ آپؒ کی تحریر و گفتگو سن کر عرب علماء متعجب ہو کر جھوم جھوم جاتے تھے، مگر آپؒ کا خصوصی ذوق فن تفسیر اور حدیث پاک میں اشتغال تھا۔ آپؒ نے حدیث پاک کی جن کتابوں کا گہرائی اور توجہ سے مطالعہ فرمایا، اس کی فہرست طویل ہے۔ شاید ہمارے دور کے بہت کم اہل علم نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔

مجلس علمی ڈابھیل سملک

حضرت مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''راقم الحروف کو مولانا محمد میاں سملکیؒ نے ۱۳۴۹ھ میں ڈابھیل بلایا اور حضرت شاہ صاحبؒ کی سرپرستی میں مجلس علمی کی بنیاد ڈال کر اس کے کام احقر کے سپرد کیے، پھر کچھ عرصہ قیام کر کے وہ افریقہ چلے گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۵۲ھ کے بعد مجلس علمی کی سرپرستی ان کے جانشین علامہ محقق مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمائی۔ اس وقت احقر نے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پشاور سے ڈابھیل بلانے کی تحریک کی اور مہتمم صاحب جامعہ کی منظوری حاصل کر کے وہاں بلالیا۔ موصوف نے درسی خدمات کے ساتھ مجلس علمی کے کاموں میں میری اعانت وشرکت کی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح عمری اعلیٰ درجہ کی فصیح وبلیغ عربی میں تالیف کی جو مجلس سے اسی وقت شائع ہوگئی تھی۔
>
> حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہی حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے مجلس علمی کی تحریک پر ''فیض الباری'' مرتب کی اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ

گوجرانوالہ نے ''نصب الرأیة'' کی تصحیح وتحشیہ کی خدمت انجام دی۔ ان تینوں کتابوں کو لے کر احقر اور مولانا بنوری نور اللہ مرقدۂ حرمین شریفین ہوتے ہوئے مصر گئے اور وہاں نو دس ماہ رہ کر ان کو طبع کرایا، ساتھ ہی وہاں کے اکابر علماء کرام اور کتب خانوں سے استفادہ بھی کرتے رہے، مصر کا یہ سفر ۱۳۵۷ھ میں ہوا تھا۔ مصر سے واپس ہوکر یہ طے کیا گیا کہ مولانا بنوریؒ ''العرف الشذی'' پر کام کریں، تاکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وکمالات کو زیادہ سے زیادہ بہتر صورت میں نمایاں کیا جاسکے۔''

غیر معمولی تلاش وجستجو

حضرت محدث بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تلاش وتفحص اور مظان وغیر مظان سے اپنے شیخ کے علوم کی تخریج وتوضیح کا حق ادا کردیا ہے۔ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بحر بے کراں تھے، آپؒ کے درس میں حدیث کی روایت اور دوسرے مسائل کے سلسلہ میں دوسرے علوم وفنون کے حوالے آجاتے تھے، کہیں صرف ونحو کا مشکل حوالہ آجاتا، کہیں علم کلام وفلسفہ کا کوئی مسئلہ زیر بحث آجاتا، پھر ایسی کتابوں کے حوالے آجاتے جو عام طور پر اہل علم کے یہاں متداول نہیں تھیں۔ مولانا نے متداول اور غیر متداول کتابوں سے مسائل نکالنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی اور اس کے لیے بے نظیر محنت کی شاندار مثال قائم کی، چند مسئلوں کی تحقیق کے لیے کئی کئی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی، تب جاکر مسئلہ دستیاب ہوا۔ خود فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی قوت وطاقت تخریج ومأخذ سے مطلع ہونے پر پوری طرح صرف کی۔ ورق گردانی، مظان اور غیر مظان سے مسئلہ نکالنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ کبھی میں ایک مسئلہ کی تلاش میں گھڑیاں ہی نہیں کئی کئی راتیں اور دن گزار دیتا اور اس کے لیے ایک ایک کتاب کی مجلدات پڑھتا اور جب مجھے اپنی متاع گم گشتہ مل جاتی تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ شیخ نے دورانِ درس جس کتاب کا حوالہ دیا ہوتا اس سے مسائل نکالنے کا التزام کر رکھا تھا، لہٰذا میں ''**کتاب سیبویہ، رضی شرح کافیة، دلائل الاعجاز، أسرار البلاغة، عروس الأفراح، کشف الأسرار**'' دیکھنے پر مجبور تھا، جس طرح میں شروحِ حدیث کی اہم کتابیں ''**فتح الباری، عمدة القاری**'' اور فقہ مذاہب میں ''**شرح مهذب، مغنی لابن قدامة**'' اور رجال میں کتب رجال دیکھنے پر مجبور تھا۔ اگر میری جوانی، بحث وجستجو کا شوق اور شیخ کے جواہر پارے سمیٹنے کا عشق نہ ہوتا تو میں اس بارگراں کا اہل نہیں تھا۔ حدیث کی اہم کتابوں کی شرح میرے لیے اس کٹھن کام سے بہت زیادہ آسان تھی''۔

ڈابھیل میں قیام اور خدمتِ حدیث

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز رفیق اور علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا محمد میاںؒ سملکی ثم افریقی نے اپنے استاذ کے علمی کاموں کی اشاعت کی نسبت سے ڈابھیل میں ایک مجلس علمی قائم کی تو نگاہِ انتخاب علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی اور مجلس علمی کی طرف سے وہاں قیام اور خدمت کی پیش کش ہوئی، چنانچہ آپؒ نے اس کو قبول فرمایا۔ مجلس علمی میں جو کام سپرد ہوا وہ خاصہ دشوار اور کٹھن تھا، یعنی ''العرف الشذی'' کے حوالوں کی تخریج اور انہیں مکمل طور پر نقل کرنا۔ حضرت مولانا (بنوریؒ) فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک حوالہ کے لیے بسا اوقات مجھے سینکڑوں صفحات کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا اور اس کی دو مثالیں پیش فرماتے ہیں:

۱:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی موقع پر متعارض روایات کی تطبیق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس قبیل سے ہے کہ: ''ہر راوی نے وہ بات ذکر کردی جو دوسرے نے ذکر نہیں کی'' اس کے بعد فرمایا کہ یہ بڑا اہم قاعدہ ہے، مگر افسوس کہ مصطلح الحدیث کے مدونین نے اس کو ذکر نہیں کیا، البتہ حافظؒ نے فتح الباری میں کئی جگہ اس قاعدے سے تعرض کیا ہے۔ مولانا (بنوریؒ) فرماتے تھے کہ میں نے ان مقامات کی تلاش کے لیے پوری فتح الباری کا مطالعہ کیا، تب معلوم ہوا کہ حافظؒ نے پوری کتاب میں دس سے زیادہ جگہوں پر اس قاعدے سے تعرض کیا ہے۔

۲:...... حضرت شاہ صاحبؒ نے اختلافِ صحابہؓ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''ابوزید دبوسیؒ نے بالکل صحیح فرمایا کہ جب کسی مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو تو وہاں منشائے اختلاف کا معلوم کرنا اور اس نزاع کا فیصلہ چکانا بڑا دشوار ہے''۔

مولانا فرماتے تھے کہ اس حوالہ کی تلاش کے لیے میں نے دبوسیؒ کی کتاب ''تأسیس النظر'' پوری پڑھی، مگر یہ حوالہ نہیں ملا، خیال آیا کہ یہ حوالہ دبوسیؒ کی دوسری دو کتابوں ''أسرار الخلاف'' یا ''تقویم الأدلة'' میں ہوگا، مگر وہ دونوں غیر مطبوعہ تھیں اور میرے پاس موجود نہیں تھیں، پھر خیال آیا کہ یہ حوالہ بالواسطہ ہوگا یا تو شیخ عبدالعزیز بخاریؒ کی کتاب ''کشف الأسرار'' کے حوالہ سے ہوگا یا ابن امیر الحاجؒ کی شرح ''التحریر'' کے واسطہ سے، چنانچہ ان دونوں کتابوں کا بہت سا حصہ مطالعہ کرنے کے بعد دونوں میں یہ حوالہ مل گیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا کو اس تخریج میں کتابوں کی کس قدر ورق گردانی کرنا پڑی اور اس کے لیے اپنی کتنی صلاحیتیں وقف کرنا پڑیں، اس طرح ''العرف الشذی'' کی تحقیق وتخریج میں ''معارف السنن'' کا مصالحہ تیار ہوگیا اور اسی تخریج کو آپؒ نے جدید طرز پر مدون کرکے ''معارف السنن'' تالیف فرمائی۔

ڈابھیل میں شیخ الحدیث کے منصب پر

مولانا بنوریؒ جب سفرِ مصر سے واپس آئے تو گجرات کے مشہور مدرسہ جامعہ ڈابھیل میں صدارتِ تدریس کے لیے آپؒ کا انتخاب ہوا اور اس طرح آپ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسندِ درسِ حدیث کے وارث ہوئے۔ مولانا نے بخاری شریف اور بعض دیگر صحاح کی کتابوں کا درس شروع فرمادیا۔ راقم الحروف جامعہ کے درجۂ پنجم کا طالب علم تھا، اس سال کے دورہ کے طلبہ نے سنایا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب جامعہ کے دار الحدیث میں مسندِ درس پر تشریف لائے تو اپنے استاذ کی یاد تازہ ہوگئی اور سبق شروع کرنے سے پہلے زار وقطار رونے لگے، فرماتے تھے کہ یہ بھی اشراط الساعۃ میں ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایسے علم کے سمندر کی مسند پر آج مجھ جیسا ادنیٰ طالب علم بیٹھا ہے اور جس جگہ پر بیٹھ کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ درس دیتے تھے، اس سے تھوڑا ہٹ کر بیٹھ کر درس شروع کرایا، یہ ان کے بلند اخلاق اور اپنے اساتذہ کی عظمت وتوقیر کی نشانی تھی۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی شہرت دور دور پھیل چکی تھی، اطراف کے مدارس کے بعض اساتذۂ حدیث بھی ڈابھیل تشریف لاکر اپنے اشکالات حل کرتے تھے، اس طرح حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود پورے علاقہ کے علماء وفضلاء کے لیے باعث خیر وبرکت تھا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ذی استعداد نوجوان علماء کی علمی رہنمائی کرکے اُنہیں بہترین اساتذہ بنایا۔

پاکستان کا سفر اور دار العلوم ٹنڈوالہ یار میں علم حدیث کی خدمت

پاکستان بننے کے بعد ہندوستان میں کچھ حالات ابتر رہے اور مدارس میں طلبہ کی تعداد بھی کم رہ گئی، اس لیے کہ پنجاب، سندھ، سرحد کے طلباء، دوسری طرف مشرقی بنگال کے طلباء کی آمد بند ہوگئی، ادھر پاکستان میں علامہ عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا احتشام الحقؒ ودیگر علماء کرام پاکستان میں دار العلوم دیوبند کے طرز کی درسگاہیں قائم کرنے کے منصوبے بنارہے تھے، چنانچہ ان ہی اکابرین کی نظرِ انتخاب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی پڑی اور حضرتؒ کو وہاں بلایا گیا۔

ٹنڈوالہ یارخان میں شیخ التفسیر کے منصب پر

حضرت بنوریؒ ٹنڈوالہ یار میں شیخ التفسیر کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے، نیز حدیث پاک کے اسباق بھی جاری رہے، مگر قدرت کو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور کام لینا تھا، اس لیے دار العلوم ٹنڈوالہ یار میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ علامہ مستعفی ہوکر کراچی تشریف لائے۔

(جاری ہے)